میثم قادری

سنہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے ہیرو اور اسمٰعیلی تحریکِ جہاد کا پس منظر

از
(مولانا) نور احمد انور فریدی خادم
ادارہ تصنیف و تالیف ملتان

ملنے کا پتہ مکتبہ سعیدیہ کالے منڈی ملتان شہر

قیمت ۴ر چار آنے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ آلہ و صحابہ و اتباعہ اجمعین

اما بعد! سلطنتِ مغلیہ کے زوال کے بعد انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی کا ہندوستان پر تغلب اور اسلام کی حمایت میں انگریزوں کے خلاف غیور مسلمانوں کا علمِ جہاد لہرانا اور علماء ربانیین کی حق پرست جماعت کا جنگِ آزادی کی تحریک قائم کرنا اور ۱۸۵۷ء کے انقلابِ عظیم میں سرکارِ برطانیہ کے فرمانبرداروں کا ایسٹ انڈیا کمپنی کے پنجے مضبوط کرنا ایسے واقعات ہیں، جنہیں پوری ایک صدی سے انگریزی اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے انگریز کے ایما پر حقیقت کے خلاف پیش کیا جاتا رہا۔ انگریزوں کے حامیوں کو ان کا مخالف اور مخالفوں کو حامی بنایا گیا۔ جن لوگوں نے صرف انگریز کو طاقتور بنانے کے لئے ان کی مخالف قوتوں کا مقابلہ کر کے سلطنتِ برطانیہ کے قدم سرزمینِ ہند میں مضبوط کئے۔ اور مسلمانوں کو انگریزوں کا غلام بنانے کی خاطر انگریزوں سے جہاد کرنے کو ناجائز قرار دیا۔ انہیں مجاہد و شہید کہا گیا۔ اور جنگِ آزادی کے وہ ہیرو جو انگریزوں کے خلاف علمِ جہاد بلند کرنے کی پاداش میں قید و بند کے ساتھ جلا وطنی کی مصیبتیں جھیلتے رہے۔ اور جزیرہ انڈیمان کی کالی کوٹھڑیوں میں انہوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ ایسے مجاہد جوانمردوں کو انگریزوں کا حامی بزدل مشرک اور بدعتی کے نام سے موسوم کیا گیا۔

لیکن یاد رہے، کہ جس انگریز کی حمایت میں آج تک اصلی حالات کو چھپایا گیا اور واقعات کی ان کی صورت کو بدل کر قوم کے سامنے پیش کیا گیا۔ اب اس انگریز کا سہارا ختم ہو چکا ہے۔ اور وقت آگیا ہے۔ کہ وہ واقعات اپنی اصلی شکل میں سامنے آئیں۔

اور بھولے بھالے مسلمانوں کے دل و دماغ اس دامِ تلبیس سے نجات پائیں۔ جس میں سو سال سے انہیں الجھا دیا گیا ہے۔

دیوبندی مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے اور سید احمد صاحب ساکن رائے بریلی و مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی مصنف تقویۃ الایمان کے متبعین نے واقعات مذکورۂ بالا کے متعلق جو خیالات اس وقت تک عوام کے سامنے پیش کئے ہیں۔ ان کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے۔

سید احمد صاحب بریلوی اور ان کے دستِ راست مولوی اسمٰعیل صاحب نے خالصاً لوجہ اللہ جہاد فی سبیل اللہ کیا۔ اور یہی لوگ اسلام کے علمبردار تحریکاتِ اسلامیہ کے بانی ہیں۔ اور انہی کے نقشِ قدم پر چلنے والے جنگِ آزادی کے رہنما ہو سکتے ہیں۔ جو مسلمان ان کی جماعت سے الگ رہے۔ اور مسائلِ مذہبیہ میں ان کے ساتھ الجھے۔ اگرچہ وہ اپنے آپ کو اہلِ سنت کیوں نہ کہتے ہوں۔ پکے بدعتی مشرک بے دین ہیں۔ بالخصوص مولانا فضلِ حق صاحب خیرآبادی اور ان کے رفقاء و ہم عقیدہ علماء سب اہلِ بدعت بزدل انگریزوں کے حامی اور مسلمانوں کی زنجیرِ غلامی کو مضبوط کرنے والے ملتِ اسلامیہ کے غدار ہیں۔ جنہوں نے نہ کبھی کسی اسلامی تحریک میں حصہ لیا۔ نہ جنگِ آزادی کے میدان میں آئے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسمٰعیلی گروہ اور اس کے امیر المومنین سید احمد صاحب جنہیں مجاہد فی سبیل اللہ کہا جاتا ہے۔ کے تمام کارنامے انگریزوں کی حکومت کو سرزمینِ ہند میں مضبوط کرنے اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے ان کی قیدِ غلامی میں جکڑنے کے لئے تھے۔ جس کی تصدیق بعد کے واقعات نے کر دی۔ تاریخ کی روشنی میں اگر اس حقیقت کو دیکھا جائے تو مجالِ انکار باقی نہیں رہتی۔

نیز مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی اور اُن کے رفقائے کار کے متعلق پوری ایک صدی تک جو غلط پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ اس کا بھی واقعات کی روشنی اور تاریخی شہادتوں کے پیشِ نظر بے بنیاد ہونا یقینی ہے۔

واقعات یوں ہیں۔ کہ جب سلطنتِ مغلیہ پر زوال کا دور آیا اور انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان میں برسرِ اقتدار آنے لگی۔ تو انگریزوں نے اپنی قوت کو مستحکم کرنے کیلئے ملکی فضاء کا جائزہ لیا اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ جب تک پنجاب میں سکھوں کی طاقت اور سرحدی علاقوں میں مسلمانوں کی قوت کمزور نہ ہوگی۔ اس وقت تک ہمارے قدم پوری طرح نہ جم سکیں گے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے انگریز نے سید احمد صاحب ساکن رائے بریلی اور مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کو تاکا۔ اور انہیں پٹی

۴ اور عام مسلمانوں کو سکھوں کے مظالم کی داستانیں سُنا کر انہیں سکھوں سے جہاد کی تلقین کرو۔ اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کے بعض وہ اعمال جنہیں تم کفر و شرک کہتے ہو۔ علی الاعلان بیان کر کے ایسے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دو۔ جو اُن کے مرتکب ہوتے ہیں۔ خصوصاً سرحدی علاقوں کے مسلمان عموماً اس قسم کے امور کو اچھا سمجھتے ہیں۔ لہٰذا نہ صرف سکھوں بلکہ سرحدی مسلمانوں سے بھی لڑو۔ تاکہ یہ دو قوتیں کمزور ہو جائیں۔ اور ہندوستان پر ہمارا تسلط پوری طرح قائم ہو سکے۔

چنانچہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے تمام مقبوضہ ہندوستان میں سکھوں سے جہاد کیلئے وعظ و تبلیغ کا منظم پروگرام شروع کر دیا گیا۔ اور کتاب تقویۃ الایمان لکھ کر بندگانِ دین و اولیاءِ کرام سے عقیدت رکھنے والے مسلمانوں کو ابو جہل کے برابر مشرک قرار دیدیا گیا۔ اور اس کتاب تقویۃ الایمان کی خوب اشاعت کی گئی۔ اور انگریزوں کے حسبِ منشا مولوی

اسمٰعیل صاحب نے بڑے زور شور سے یہ تبلیغ شروع کر دی۔ کہ انگریزوں سے جہاد کرنا شرعاً جائز نہیں۔ سکھوں کے مظالم بھی سنائے جانے لگے۔ اور انگریزوں کی امداد سے ملک کے طول و عرض میں نام نہاد مجاہدین کی بھرتی شروع ہو گئی۔ جا بجا مرکز قائم ہونے لگے۔ اور عام تحریک کے ذریعے اس دور کے مفلوک الحال اور مظلوم مسلمانوں سے جہاد کے نام پر چندوں کی وصولی کا منظم پروگرام شروع کر دیا گیا۔ مسلمان اس تحریکِ جہاد کے نام پر کثیر رقمیں بطور چندہ پیش کرنے لگے۔ حتیٰ کہ باقاعدہ بیت المال قائم کیا گیا۔ سید احمد صاحب ساکن رائے بریلی اور مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی اپنے رفقاء کے ساتھ جہاد کے نام پر انگریزوں کی بنیادیں مضبوط کرنے اور مسلمانوں کی قیدِ غلامی کو سخت ترین بنانے کے لئے میدانِ عمل کی طرف روانہ ہو گئے۔ انگریزوں کی امداد سے ہر قسم کی سہولتیں مہیا تھیں۔ سامانِ رسد، نقد رقوم، اسلحہ کی سپلائی اور اس کے علاوہ ہر قسم کی امداد و اعانت کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ مسلمانوں کا اقتدار آخری ہچکیاں لے رہا تھا۔ اور غیر ملکی حکومت کے تسلط کا دور شروع ہو چکا تھا۔ یہ بات کسی طرح ممکن نہ تھی۔ کہ ایسی بے بسی اور بیکسی کے دور میں مسلمانوں کی کوئی جماعت سکھوں کی طاقتور حکومت پر حملہ آور ہونے کے لئے گھر سے نکل کھڑی ہوتی۔

واقعات کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل ناقابلِ انکار ہے۔ کہ اس جماعت کا جہاد کے نام سے سکھوں کے مقابلے پر جانا انگریزی ساز باز کے بغیر ہرگز نہ تھا۔ اس بات کو سمجھنے کیلئے مندرجہ ذیل امور پر غور کر لیا جائے تو بڑی آسانی سے حقیقتِ حال منکشف ہو سکتی ہے۔

(۱) یہ امر واقعہ ہے۔ کہ اس وقت مسلمان اور سکھ ہر دو انگریزی اقتدار کی راہ میں سنگِ گراں کا حکم رکھتے تھے۔

(۲) یہ بھی صحیح ہے۔ کہ انگریز کی سیاست ہمیشہ یہی رہی کہ وہ اپنے دشمنوں کو دشمنوں کے ہاتھوں ہی کمزور کرتا رہا۔

(۳) کسی ملک کے باشندے اس ملک کی حکومت کے ایما اور اس کی امداد و اعانت کے بغیر کسی دوسرے ملک پر چڑھائی کر سکتے ہیں۔ نہ اپنے ملک میں کسی دوسرے ملک کے خلاف حملہ آوری کی تحریک چلا سکتے ہیں یہ دونو کام ملکی حکومت کی منشا کے خلاف ناممکن ہیں۔

(۴) یہ بات بہت زیادہ غور و فکر کی محتاج ہے۔ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا وجود ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کو تباہ و برباد کر کے کفر و الحاد کا نظام جاری کرنے اور ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کو غلام بنانے کی غرض سے عمل میں لایا گیا تھا۔ پھر انگریزوں نے پوری قوت حاصل نہ ہونے کے باوجود مسلمانوں کے ساتھ جو مظالم کئے وہ کسی سے مخفی نہ تھے۔ نیز انگریزوں کے ناپاک عزائم سے بھی کوئی باخبر مسلمان ناواقف نہ تھا۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اپنے وطن اور اپنے ملک اور اپنے گھر کو اس حالت میں چھوڑ کر سکھوں کی طرف رُخ کرنا کس مصلحت پر مبنی تھا۔ بالخصوص ایسے وقت میں جبکہ انگریزی اقتدار ابھی بالکل ابتدائی مرحلے پر تھا۔ باشندگانِ ملک بھی ان کے مظالم سے پوری طرح متاثر تھے۔ مسلمانوں میں جذبۂ جہاد اپنی پوری شان کے ساتھ موجود تھا۔ جس کا ظہور حضرت مولانا احمد اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے ہمراہی مجاہدینِ کرام کے اُن کارناموں سے ظاہر ہے۔ جو انہوں نے انگریز سے جہاد کے دوران میں پیش کئے۔ جنکی داستان طویل ہے۔ دنیا جانتی ہے۔ کہ ان مجاہدوں نے کس ہمت و جرأت کیساتھ اپنے ملک میں انگریزوں سے جہاد کر کے دادِ شجاعت دی اور اپنے اس فرضِ منصبی کو پورا کر دکھایا۔ جو اس وقت خدا و رسول صلی اللہ

علیہ وسلم کی طرف سے ان پر عائد ہوتا تھا۔ ناظرین سوچیں! آخر کیوں نہ ایسا کیا گیا۔ کہ مولانا احمد اللہ شاہ صاحب کی طرح اندرونِ ملک میں خاموش تبلیغ کے ساتھ مسلمانوں کو انگریزوں کے خلاف جہاد کیلئے منظم کیا جاتا۔ اور پوری قوت کے ساتھ انگریزی اقتدار کے ساتھ ٹکر لی جاتی۔ ظاہر ہے۔ کہ جو دشواریاں سکھوں کے مقابلے میں پیش آئیں۔ انگریزوں سے جہاد کرنے میں متصور نہ تھیں۔ اور اگر یہ تسلیم ہی کر لیا جائے۔ کہ انگریزوں کی طاقت اس وقت بھی اتنی زبردست تھی۔ کہ اس کا مقابلہ آسان نہ تھا۔ اور کامیابی کا حصول مشکل تھا۔ تو میں عرض کروں گا۔ کہ سکھوں کے مقابلے میں یہ مزعومہ کامیابی کب حاصل ہوئی۔ رہی آسانی تو اس کا تصور امیر المؤمنین کی وہ آن بان اور جوشِ جہاد و جذبۂ ایمانی کی وہ شان جس کا اظہار کرتے ہوئے یہ نام نہاد مجاہد اٹھے تھے۔ قبول ہی نہیں کرتی اور ایسے جوشِ جہاد کی راہ میں انگریز کی یہ قوت کسی طرح حائل ہی نہیں ہو سکتی۔ پھر تاریخی شہادتوں کی روشنی میں انگریزوں سے جہاد نہ کرنے کا یہ عذرِ لنگ انتہائی مضحکہ خیز ہو جاتا ہے۔ ہم ابھی عرض کر چکے ہیں۔ کہ مولانا احمد اللہ شاہ صاحب اور ان کے رفقاء مجاہدین نے اسی ماحول میں انگریزوں کے خلاف جہاد کی خاموش تبلیغ سارے ملک کے مسلمانوں میں کی۔ اور انہیں منظم کر کے انگریز کے خلاف وہ شاندار جہاد کیا۔ جس کی یادگار رہتی دنیا تک قائم رہیگی۔ آخر وہ کون سا امر تھا۔ جو اسمٰعیلی گروہ کیلئے انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے سے مانع رہا۔ زیادہ سے زیادہ یہاں بھی وہی نتیجہ برآمد ہوتا جو
۴ وہ کہنا پڑیگا کہ سکھوں کے مقابلے میں ناکامی کا وبال اسمٰعیلی گروہ کی گردن پر ہے۔ بہر نوع اسمٰعیلیات کے تحت یہ معمہ آج تک حل نہ ہو سکا۔ کہ انگریز کے مقابلہ میں جہاد کی شدید ضرورت اور اس کے اسباب و وسائل پائے جانے کے باوجود سکھوں کے نام نہاد مقابلے

کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ کوئی عقلمند اس بات کو کبھی تسلیم نہ کریگا۔ کہ اس کے گھر میں آگ لگی ہوئی ہو۔ اور وہ اپنا گھر جلتا چھوڑ کر سینکڑوں میل کی مسافت پر دوسروں کی آگ بجھانے چلا جائے ؎

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بو العجبی

جو شخص اپنے گھر رہتے ہوئے انگریزوں سے جہاد نہ کر سکا وہ صدہا میل کے فاصلے پر سکھوں سے جہاد کرنے جا رہا ہے۔ سبحان اللہ ؎

تو کارِ زمیں را نکو ساختی ۔ کہ با آسماں نیز پرداختی!

(۵) ایسٹ انڈیا کمپنی ایک عرصے سے قائم تھی۔ اور مسلمانوں پر اس کے مظالم بھی نظروں کے سامنے تھے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ سکھوں کے مظالم کی خبر سن کر ان مجاہدین کے قلوب مجروح ہوگئے۔ اور انگریزوں کے ظلم وستم آنکھوں سے دیکھکر بھی ان کے دل نہ پسیجے۔ اہلِ بصیرت کیلئے یہ تمام امور ہمارے بیانِ سابق کو سمجھنے کے لئے شمعِ راہ کا کام دیں گے۔ بشرطیکہ تعصب سے الگ ہو کر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے۔

اب تصویر کا دوسرا رُخ ملاحظہ فرمائیے:۔ جن لوگوں کے دلوں میں اسلامی غیرت مسلمانوں کی مظلومیت کا احساس اور صحیح معنی میں جذباتِ جہاد پائے جاتے تھے۔ انہوں نے وقت کے تقاضے کو سمجھا اور انگریز کے خلاف علمِ جہاد بلند کر دیا۔ چنانچہ رئیس المجاہدین حضرت مولانا احمد اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہمراہی مجاہدینِ اسلام نے انگریز کے خلاف جہاد میں جو کارنامے پیش کئے اور جس طرح قربانیاں دیں، خاک و خون میں تڑپے سینکڑوں مجاہدین کی صفوں کو انگریزی توپوں کے دہانوں پر رکھکر اڑایا گیا۔

اور بندوقوں کی گولیوں کی باڑھ کا نشانہ بنایا گیا۔ کسی باخبر مسلمان سے مخفی نہیں۔ اسیطرح امام المجاہدین حضرت مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء کار نے انگریزوں کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا۔ اور وہی کردار پیش کیا۔ جس کی ضرورت تھی۔ ایمان اور جذبۂ جہاد کے وہ جوہر دکھائے جن کی مثال نہیں ملتی۔ ان حضرات نے سمجھ لیا تھا۔ کہ اس وقت انگریز کے ساتھ جہاد کئے بغیر کوئی چارہ کار مسلمان کیلئے نہیں ہے۔ چنانچہ مولانا فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جان پر کھیل کر جہاد کا فتویٰ تحریر فرمایا اور اپنے ہم عصر علماء سے اس پر دستخط لئے۔ اور دہلی کی جامع مسجد میں وہ فتویٰ جہاد خود پڑھکر سنا دیا۔ جس سے ملک میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اور مسلمانوں کے دلوں میں دبا ہوا جذبۂ جہاد ابھر آیا۔ مسلمان مجاہدوں نے جانبازی سے کام لیا۔ جس کی پاداش میں مولانا فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مع ان کے رفقاء کار کے گرفتار کیا گیا۔ مولانا موصوف نے قید و بند کی شدید اذیتیں جھیلیں۔ حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا آپکو دی گئی۔ آپ کی باقی عمر اس جلا وطنی اور قید و بند کی صعوبتوں میں جزیرہ انڈیمان کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں بسر ہوئی۔ حتیٰ کہ آپکی زندگی کے آخری لمحات وہیں ختم ہو گئے۔ اور جیتے جی اس قید و بند سے رہائی نصیب نہ ہوئی:۔

ملتِ اسلامیہ کے ان جانباز سپاہیوں کے جذبات جانبازی آج تک سرد نہیں ہوئے۔ نہ ان پاکباز مجاہدین کی گرمیٔ جہاد میں کوئی فرق آیا۔ گذشتہ دور کے ہر مرحلے پر ان کے جانشینوں نے ان کے کردار کو دہرایا۔ اور تحریکِ آزادی میں وہ کامیاب جدوجہد کی جس کا ظہور قیامِ پاکستان کی صورت میں ہوا۔ آنیوالی نسلیں ان کے احسانات کو فراموش نہیں کر سکتیں۔ اور انشاء اللہ قیامت تک جنگِ آزادی کی ہر تحریک انہی کے نقشِ قدم پر

قائم ہو کر کامیاب ہوگی۔ اے کاش! پنجاب کا علاقہ سکھوں کے ہاتھ سے نکل کر اس وقت انگریزوں کے ہاتھ نہ آچکا ہوتا۔ تو ۱۸۵۷ء کی یہ تحریکِ آزادی ایسا زبردست انقلاب تھا۔ کہ جس کے اثرات سے انگریزی اقتدار کا خاتمہ ہو جانا لازمی امر تھا۔

مگر واہ رے اسمٰعیلی مجاہدو! تم نے اسی دن کیلئے سکھوں کا علاقہ پنجاب انگریزوں کے حوالے کرنے کے لئے عَلمِ جہاد بلند کیا تھا۔ کہ بُرے وقت میں بھی پنجاب ڈوبتے ہوئے انگریز کے لئے ساحلِ نجات ثابت ہو۔ ع

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اب وہ تاریخی شہادتیں آپکے سامنے پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے:—

مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی نے اپنے جہاد کی حقیقت اور تحریک کی بنیاد نیز انگریز دوستی کی واقعیت کو کس قدر بے نقاب فرما دیا ہے۔ حیاتِ طیبہ مصنفہ مرزا حیرت دہلوی وہابی مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی صفحہ ۲۹۶ پر ہے:

> کلکتے میں جب مولانا (اسمٰعیل دہلوی) نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا۔ اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی۔ تو ایک شخص نے دریافت کیا۔ کہ آپ انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے۔ آپنے جواب دیا۔ کہ ان پر جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں۔ ایک تو ہم ان کی رعیت ہیں۔ دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے۔ ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے۔ بلکہ اگر کوئی اُن پر حملہ آور ہو۔ تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں۔ اور اپنی گورنمنٹ (برطانیہ) پر آنچ نہ آنے دیں۔

دیکھا آپنے کس طرح گورنمنٹ برطانیہ پر مسلمانوں کو قربان کیا جا رہا ہے۔ کیا مرزا غلام احمد قادیانی کی

انگریز دوستی سے اس دوستی کا وزن کچھ کم ہے؟ گریبان میں منہ ڈالکر سوچیئے۔ ہاں اور سنیئے:— تواریخ عجیبہ مصنفہ محمد جعفر صاحب تھانیسری وہابی مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی صفحہ ۷۳ پر ہے۔

> یہ بھی روایت صحیح ہے۔ کہ اثناء قیام کلکتہ میں ایک دن مولانا محمد اسمٰعیل شہید وعظ فرما رہے تھے۔ کہ ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں۔ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا۔ کہ ایسی بے ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں۔

اور سنیئے:— تواریخ عجیبہ صفحہ ۳۳۶ پر ہے۔

> آپکے (سید احمد صاحب ساکن رائے بریلی) کی سوانح عمری اور مکاتیب میں بیس سے زیادہ ایسے مقامات پائے گئے ہیں۔ جہاں کھلے اور علانیہ طور پر سید صاحب نے بدلائلِ شرعی اپنے پیرو لوگوں کو سرکارِ انگریزی کی مخالفت سے منع کیا ہے۔

اب ذرا اتنا بتا دیجئے:— کہ انگریزوں کیخلاف جنگِ آزادی کس نے لڑی؟

اور سنیئے:— تواریخ عجیبہ صفحہ ۹۱ پر ہے۔

> ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلافِ اصول مذہبی طرفین کا خون بلا سبب گراویں۔—

ٹھیک ہے۔ آپکے نزدیک تو صرف سرحدی مسلمانوں کا خون گرانا اصولِ مذہبی کی رو سے جائز ہے۔ اور ملاحظہ فرمائیے:— تواریخ عجیبہ صفحہ ۲۲۴

> پنجاب میں اسوقت ایک ایسی عادل اور بے ریا گورنمنٹ کی عملداری تھی۔ کہ جس سے کسی طرح مخالفت جائز نہیں۔

سوچنا چاہیئے۔ کہ جس کے نزدیک انگریزوں کی حکومت عادل و بے ریا ہو۔ اور اس عادل

گورنمنٹ کی مخالفت بھی اس کے نزدیک جائز نہ ہو۔ وہ انگریزوں کے خلاف تحریکِ آزادی کا علمبردار کیونکر ہو سکتا ہے ؟

اور سنیئے تواریخ عجیبہ ص۲۳۶

نہ با سرکار انگریزی مخاصمت داریم و نہ ہیچ راہ منازعت

آپکے مریدوں نے آپکو ناحق انگریزوں کا مخالف مشہور کر رکھا ہے۔ ایک حوالہ اور بھی ملاحظہ فرما لیجئے۔ حیاتِ طیبہ مطبوعہ ثنائی برقی پریس امرتسر ص۳۰۷

سرکار انگریزی سے مسلمانوں کو ہرگز مخاصمت نہ تھی۔

تاریخ کے ان حوالوں سے سید احمد صاحب اور ان کے مرید باصفا مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کی انگریز دوستی اور حقیقتِ جہاد نمایاں ہو گئی۔ اب ذرا پیشواء علماء دیوبند مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کا حال سنئیے۔ تذکرۃ الرشید جلد ۱ ص۷۳ پر ہے۔

بعض کے سروں پر موت کھیل رہی تھی۔ انہوں نے کمپنی کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحمدل گورنمنٹ برطانیہ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا۔

دیکھئے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے انگریزوں کی کمپنی کے زمانے کو امن و عافیت کا زمانہ قرار دیا۔ اور اسکی قدر نہ کرنے والوں کی مذمت فرمائی۔ پھر انگریز کی ظالم اور جابر حکومت کو رحمدل بھی کہا۔ اس کے بعد ایسی جابر حکومت کی مخالفت کرنیوالوں کی مخالفت کو بغاوت بتایا۔ ان تمام باتوں سے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے نزدیک کمپنی کی غارتگری اور انگریزوں کا بے گناہ مسلمانوں کو تہ تیغ کرنا امن و عافیت اور رحمدلی کا مرادف ہے۔ نیز انگریز کے مظالم کے خلاف احتجاج کرنا بغاوت کا مفہوم ہے۔ اب آپ خود ہی بتائیں۔ کہ آپکے یہ امامِ ربانی گنگوہی صاحب انگریزوں کیخلاف تحریکِ آزادی کے علمبردار ہو سکتے ہیں ؟ اور سنیئے ۔ آپکے سید احمد صاحب کی کارگذاریاں جنہیں آپ جہاد فی سبیل اللہ

سے تعبیر فرماتے ہیں۔ انگریز اربابِ حکومت کے نزدیک بے حد خوشی کا موجب تھیں۔ نہ صرف یہ بلکہ آپکے سید احمد صاحب کا انگریزی حکومت کے لارڈ ہیسٹنگ کے ساتھ اتنا گہرا گٹھ جوڑ تھا۔ کہ جس کی بنا پر وہ بڑے بڑے مخالف امیروں اور سرداروں کو اپنی تدابیر سے انگریزوں کا خیرخواہ بنا لیا کرتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیے :۔ حیاتِ طیبہ مرزا حیرت دہلوی ص۲۹۴ پر مرقوم ہے۔

لارڈ ہیسٹنگ سید احمد صاحب کی بے نظیر کارگزاریوں سے بہت خوش تھا۔ دونو لشکروں کے بیچ ایک خیمہ کھڑا کیا گیا۔ جس میں تینوں آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا۔ امیر خان۔ لارڈ ہیسٹنگ اور سید احمد صاحب۔ سید احمد صاحب نے امیر خان کو بڑی مشکل سے شیشے میں اُتارا تھا۔

سید صاحب کی اس تحریک کو اسلامی جہاد کی تحریک کہنے والے حضرات سے ہم دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ سید احمد صاحب کی وہ کون سی بے نظیر کارگذاریاں تھیں۔ جن سے لارڈ ہیسٹنگ بے حد خوش تھا۔

اس کے بعد ہمارے سوال کو یہ بات اور بھی معنی خیز بنا دیتی ہے۔ کہ اس جہاد کی فتوحات انگریزوں کیلئے ہوتی تھیں۔ جنہیں سید احمد صاحب اپنی فتوحات تصوّر فرماتے تھے۔

دیکھئے تواریخ عجیبہ ص۱۸۰ پر مرقوم ہے۔

سلطنت پنجاب متعصب اور ظالم سکھوں کے ہاتھ سے نکلکر ایک ایسی عادل اور آزاد لا مذہب قوم کے ہاتھوں میں آگئی۔ جس کو ہم مسلمان اپنے ہاتھ پر فتح ہونا تصور کر سکتے ہیں۔ اور غالباً سید صاحب کے الہام کی صحیح تعبیر یہی ہو گی۔ جو ظہور میں آئی۔

اب ذرا وہ الہام بھی سُن لیجئے۔ تاکہ آپکے ذہن میں پوری بات آجائے۔ تواریخ عجیبہ ص۱۸۰ پر ہے۔

وعدہ فتح پنجاب کے الہام کا آپکو ایسا وثوق تھا۔ کہ آپ اسکو سراسر صادق

اور ہونہار سمجھکر بارہا فرماتے اور اکثر اپنے مکتوبات میں بھی لکھاکرتے تھے ۔ کہ **ملک پنجاب ضرور میرے ہاتھ پر فتح ہوگا**

اور اس فتح سے پہلے مجھ کو موت نہ ہوگی

دنیا جانتی ہے۔ کہ اگر یہ الہام پورا ہوا۔ تو انگریزوں ہی کی فتح سے پورا ہوا ہے۔ جس سے اسمٰعیلی گروہ کے جہاد کی حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ کہ یہ جہاد فی سبیل اللہ تھا۔ یا فی سبیل الانگریز۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ اس گروہ مجاہدین کا انگریزوں کے ساتھ کتنا گہرا تعلق تھا۔

اس شاندار گٹھ جوڑ اور گہرے اتحاد کے ثبوت میں ایک اور حوالہ بھی سنتے جائیے:۔

تواریخ عجیبہ ص۱۸۳ پر ہے۔

وہ (سید احمد) اس آزاد عملداری (انگریزی حکومت) کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے۔

اسمٰعیلی تحریک کا پس منظر معلوم کرنے اور اس بات کو سمجھنے کیلئے کہ اس کے پیچھے انگریز کا کیسا زبردست ہاتھ تھا۔ عبارت مذکورہ بالا بہت کافی ہے۔ تائید مزید کیلئے حسب ذیل حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

"ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" تالیف مسعود عالم ندوی ص۱۲۷، ۱۲۸ پر مرقوم ہے۔

یہ پہلے کہیں گزر چکا ہے۔ کہ کمپنی کی حکومت نے پہلے پہل مجاہدین کے آنے جانے میں کوئی روک ٹوک نہیں کی۔ ہنٹر ایک جگہ لکھتا ہے۔ کہ بعض کارخانوں کے مسلمان ملازم اپنے انگریز مالکوں سے چھٹی لیکر جہاد کو جایا کرتے تھے۔ سرسید نے ایک اور دلچسپ واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ دہلی کے ایک ہندو مہاجن نے جس کے پاس جہادیوں کی امدادی رقمیں جمع رہتیں۔ کچھ غبن کیا۔ تو مولانا شاہ محمد اسحٰق نے مسٹر ولیم فریزر کمشنر دہلی کے اجلاس میں نالش کی۔

اور مدعی کے حق میں ڈگری ہوئی۔ وصول شدہ رقم پھر دوسرے ذریعے سے سرحد کو بھیجی گئی۔ اس مقدمے کا اپیل صدر کورٹ الہ آباد میں ہوا۔ وہاں بھی عدالت ماتحت کا فیصلہ بحال رہا۔ شاہ محمد اسحٰق صاحب ۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء میں مکہ معظمہ ہجرت کر گئے تھے۔ اسلئے یہ واقعہ قطعی طور پر ۱۸۴۲ء سے پہلے کا ہے۔ کہنا یہ ہے۔ اور صاف صاف۔ کہ جب تک مجاہدین سکھوں سے الجھے رہے۔ کمپنی کی حکومت خاموش اور غیر جانبدار رہی ..... مقصود یہ تھا۔ کہ مجاہدین اور سکھوں کی آویزش میں سرکار عالی (برطانیہ) کا کچھ نہ کچھ فائدہ ہی ہو رہے گا۔

عبارت مذکورہ بالا کی تمام باتیں اس امر کی روشن دلیل ہیں۔ کہ یہ ساری تحریک انگریزوں کے اشارے پر چل رہی تھی۔ اسی مضمون کا ایک حوالہ تواریخ عجیبہ ص۸۹ پر ملاحظہ فرمائیے:۔

اس وقت ایک ہنڈی سات ہزار روپے کی جو بذریعہ ساہوکاران دہلی مرسلہ مولوی محمد اسحٰق صاحب بنام سید صاحب روانہ ہوئی تھی۔ ملک پنجاب میں وصول نہ ہونے پر اس سات ہزار روپے کی واپسی کا دعویٰ عدالت دیوانی میں دائر ہو کر ڈگری بحق مدعی بحال رہا۔

پھر اسی کا خلاصہ حیات طیبہ مرزا حیرت دہلوی مطبوعہ اسلامی پبلشنگ کمپنی لاہور ص۵۱۵ پر مرقوم ہے۔

جب سید صاحب یاغستان میں تھے۔ تو مولانا محمد اسحٰق صاحب محدث دہلوی نے کچھ اوپر سات ہزار روپیہ سید احمد صاحب کو بذریعہ ہنڈی روانہ کیا تھا۔ وہ کسی باعث سے نہیں پہنچا تھا۔ اس پر نالش کی گئی تھی اور پھر روپیہ وصول کر کے دوبارہ سید صاحب کی خدمت میں روانہ کیا گیا تھا۔

سید صاحب کے اس جہاد کیلئے انگریزی مقبوضات میں بڑے زور شور سے چندے کی مہم جاری کی گئی۔ اور تمام ملک میں چندہ جمع کرنے اور سکھوں کیخلاف جہاد کی تبلیغ کا پروگرام بڑی تیزی سے چلایا گیا۔ — دیکھئے حیاتِ طیبہ مرزا حیرت دہلوی مطبوعہ ثنائی برقی پریس امرتسر ص۲۹۲

سید احمد صاحب نے سکھوں سے جہاد کرنے کیلئے روپیہ جمع کرنے کے واسطے مختلف شہروں میں خلیفے مقرر کئے۔ ان کا یہ کام تھا۔ کہ ہر قصبے و گاؤں بگاؤں وعظ کہتے پھریں۔ اور سکھوں سے جہاد کرنے کیلئے روپیہ جمع کریں۔ چندہ جمع کرنیوالوں کا دار الخلافہ پٹنہ کو سمجھنا چاہیئے۔ جہاں سب سے زیادہ گرمجوشی سے چندہ جمع ہوا تھا۔ اور بنگال کا ایک حصہ اپنی جان اور دھن قربان کرنے کو آمادہ تھا۔

ناظرینِ کرام! غور فرمائیں کہ انگریزوں کی سلطنت میں اس زور شور سے سکھوں کیخلاف مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کرنا اور ہمہ گیر چندے کی تحریک اور اس کیلئے جا بجا مراکز قائم کرنا انگریزوں سے گٹھ جوڑ کے بغیر کس طرح ممکن تھا۔ ثابت ہوا کہ یہ سب کچھ انگریزوں کی امداد سے ہو رہا تھا۔

ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ جس سے اسمٰعیلی تحریک بالکل عریاں نظر آتی ہے۔ تواریخ عجیبہ ص۱۸۲ پر ہے

اس سوانح اور نیز مکتوبات منسلکہ سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ سید صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا۔ وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ اگر سرکار انگریزی اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی۔ تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ مدد نہ پہنچتی — مگر سرکار انگریزی اس وقت دل سے چاہتی تھی — کہ سکھوں کا زور کم ہو۔

اس عبارت سے صاف واضح ہے کہ یہ ساری تحریک انگریزوں کی دلی خواہشوں اور تمناؤں

کو پورا کرنے کیلئے چلائی گئی تھی — اور بس!

اس کے بعد یہ بھی ثابت کردوں۔ کہ جس طرح سید احمد صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب نے مسلمانوں کو انگریزوں پر جہاد کرنے سے روکا اسی طرح انگریزوں نے بھی اپنے ماتحت حکام کو اسمٰعیلی گروہ کے مواخذے سے منع کیا۔ اور غیر مبہم الفاظ میں بتا دیا۔ کہ ہمارے ساتھ ان کی کوئی مخاصمت نہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:— حیاتِ طیبہ مرزا حیرت دہلوی دہلی مطبوعہ پبلشنگ کمپنی لاہور ص۳۰۱

جب یہ تحریک پھیلی۔ تو ضلع کے حکام اس سے چوکنے ہوئے۔ اور انہیں خوف معلوم ہوا۔ کہ کہیں ہماری سلطنت میں رخنہ نہ پڑے۔ اور موجودہ امن میں کسی قسم کا خلل واقع نہ ہو۔ اس نظر سے ضلع کے حکام نے حکامِ اعلےٰ کو لکھا۔ وہاں سے صاف جواب آگیا۔ ان سے ہرگز مزاحمت نہ کرو۔ ان مسلمانوں کو ہم سے کوئی لڑائی نہیں ہے۔

اور سنیئے! مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی اور ان کے پیر و مرشد سید احمد صاحب کو مع ان کے ہمراہیوں کے انگریز کھانا پہنچاتے تھے۔ سیرت سید احمد شہید مصنفہ سید ابو علی حسن ندوی ص۹۴ مطبوعہ یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ بار دوم پر مرقوم ہے:

فاصلے پر چند مشعلیں آتی نظر آئیں۔ معلوم ہوا۔ کہ نیل کا ایک انگریز قافلہ کیلئے کھانا تیار کرا کر لایا ہے۔ اس نے عرض کی کہ تین روز سے میں نے اپنے ملازم یہاں کھڑے کر دئے تھے۔ کہ آپکی آمد کی اطلاع کریں آج معلوم ہوا۔ تو یہ کھانا تیار کرا کے لایا ہوں۔ سید صاحب نے قبول کیا۔ اور وہ (انگریز) دو تین گھنٹے ٹھہر کر چلا گیا۔

اس عبارت سے اسمٰعیلی تحریک کا پس منظر اسقدر بے نقاب ہو جاتا ہے۔ کہ دیکھنے والے کو ادنیٰ درجہ کا شبہ بھی باقی نہیں رہتا۔ سفر میں بھی انگریز کا کھانا تیار کر کے لانا اور دو تین گھنٹے تک سید صاحب کے پاس ٹھہرنا اس امر کا روشن ثبوت ہے۔ کہ اس تحریک میں سفر و حضر کے ہر مرحلے پر انگریز کا تعاون اور اس کی پوری مدد شامل حال رہی ہے۔

اس کے بعد ناظرین باتمکین کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ اسمٰعیلی مجاہدوں کی تلوار صرف سکھوں تک محدود نہیں رہی۔ بلکہ مسلمانوں کی گردنیں بھی اس سے کاٹی گئیں اور سکھوں سے پہلے مسلمانوں ہی کی گردنوں پر یہ تلواریں رکھی گئیں۔ دیکھئے تذکرۃ الرشید (جلد ۲ صفحہ ۳۰۰)

اور یہ سب حضرات سید صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے سید صاحب
نے پہلا جہاد مسمی یار محمد خان حاکم یاغستان سے کیا تھا۔

یہ ہے وہ جہاد فی سبیل اللہ جس کا ایک صدی سے ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے۔ سید احمد صاحب کی انگریز دوستی کا ایک قابلِ دید منظر مرزا حیرت دہلوی نے اپنی مشہور کتاب حیات طیبہ کے صفحہ ۳۲۴ پر پیش کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ (مطبوعہ پبلشنگ کمپنی لاہور)

چونکہ ایک انگریز کا قدم بیچ میں تھا۔ اس لئے شاہ صاحب (سید احمد صاحب)
کو بھروسہ تھا۔ کہ مجھ سے دغا نہ ہوگا۔

مسلمانوں کے مقابلے میں ایک انگریز پر اعتماد کرنا۔ اور کافر کو ایماندار سمجھنا اس حقیقت کو بے نقاب کر رہا ہے۔ کہ سید احمد صاحب مسلمانوں سے کسقدر دور اور انگریزوں سے کسقدر نزدیک تھے۔

الحمدللہ اسمٰعیلی تحریک کا تمام پس منظر اس کی بنیادیں اصحاب عمل اغراض و مقاصد سب کی حقیقت وہابی مؤرخین ہی کی تحریرات کی روشنی میں واضح ہو گئی۔ اور پوری ایک صدی سے جن واقعات کو چھپایا جا رہا تھا۔ وہ اپنی اصلی صورت میں منظر عام پر آ گئے۔

بعض شبہات کا ازالہ

سید احمد صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب کے اس اعلان اور فتویٰ مذکورہ۔ کہ (انگریزوں سے جہاد کرنا جائز نہیں) کا یہ جواب دینا۔ کہ اس میں سیاسی مصلحت تھی۔ انتہائی مضحکہ خیز ہے۔ اس پردۂ مصلحت کو وہ تمام تاریخی شہادتیں چاک کر کے رکھ دیتی ہیں۔ جن کی رو سے سید صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب کا انگریزوں سے گٹھ جوڑ اور ان کی تحریک کے لئے حکومت انگلشیہ کی جانب سے ہر قسم کی امداد و اعانت کا حاصل ہونا روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے۔ اور اگر ہم یہ تسلیم بھی کر لیں۔ کہ اس میں کوئی مصلحت تھی۔ تو یہ مصلحت وہی ہو سکتی ہے۔ جس کی بنا پر انگریزوں سے جہاد کی ضرورت متحقق ہونے کے باوجود نہ صرف سکھوں بلکہ سرحدی علاقے کے مسلمانوں کو بھی تہ تیغ کیا گیا۔

نیز اسمٰعیلی تحریک کے پس منظر پر یہ کہہ کر پردہ ڈالنے کی کوشش کرنا بھی بالکل بے سود ہے۔ کہ اگر اس تحریک میں انگریز کا ہاتھ ہوتا۔ تو اختتام تحریک پر ایسے لوگوں کے خلاف مقدمات نہ چلائے جاتے۔ جن کا تحریک سے کوئی تعلق تھا۔ جواباً گذارش ہے۔ کہ تحریک کے حامیوں پر انگریز لاکھ مقدمات چلائیں۔ انہیں قید کریں، سزائے موت دیں، ان کے اموال ضبط کریں۔ سب کچھ ہو مگر اس سے سید صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب کے انگریزوں کا آلۂ کار ہونے کے جرم سے بری ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیا دنیا کی حکومتوں نے لوگوں کو آلۂ کار نہیں بنایا؟ اور مقصد برآری کے بعد انہیں کچل کر نہیں رکھ دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جبتک انگریز کو ضرورت رہی اس نے سید صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب

سے کام لیا۔ اور اُن کے گروہ کی مدد کی۔ جب اس کا مقصد پورا ہو گیا۔ اور اس نے ان نام نہاد مجاہدوں کے ذریعے نہ صرف سکھوں بلکہ سرحدی مسلمانوں کی قوت کو بھی کمزور کر دیا۔ تو اس کے بعد اُسے ایسے لوگوں کی ضرورت نہ رہی۔ اور دور اندیش انگریز نے سوچا۔ کہ جو لوگ مسلمان ہونے کے باوجود ہمارا آلۂ کار بن کر مسلمانوں پر تلوار اٹھا سکتے ہیں۔ وہ کسی وقت ہمارے لئے بھی خطرے کا موجب بن سکتے ہیں۔ لہٰذا انہیں اس قابل ہی نہ چھوڑا جائے۔ کہ وہ کبھی آئندہ چل کر ہمارے لئے کسی تکلیف کا سبب بن سکیں۔

مختصر یہ کہ مقدمات کی آڑ لیکر حقیقت کو چھپانا اور اسمٰعیلی گروہ کے دامن کو انگریز کے آلۂ کار بننے کے ناقابلِ معافی جرم سے بے لوث ثابت کرنا پرلے درجہ کی ابلہ فریبی اور دسیسہ کاری ہے۔

اس کے بعد ذرا نیچے اتریے اور اس گروہ کی انگریز دوستی سرکار انگلشیہ کی وظیفہ خواری خیر خواہی اور فرمانبرداری کے دلچسپ مناظر دیکھئے۔

مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی کا ارشادِ گرامی الافاضات الیومیہ جلد ۲ ص۴۸ پر لکھا ہے:—

مولانا شاہ اسحٰق صاحب کا واقعہ ہے۔ اپنے بزرگوں سے سُنا ہے۔ کہ جب گورنمنٹ انگریزی کا تسلط ہوا۔ تو شاہ صاحب کا جو وظیفہ مقرر تھا۔ وہ بدستور جاری رکھا گیا۔

دیکھا آپ نے؟ دیوبندیوں کے شاہ اسحٰق صاحب بھی انگریزوں کے وظیفہ خوار تھے۔

آگے چلئے:۔ تذکرۃ الرشید حصہ اول ص۸۰ پر مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی گرفتاری اور رہائی کے حالات میں مرقوم ہے:—

"حضرت مولانا (رشید احمد گنگوہی) کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی۔ کہ آپکا نام

بھی مشتبہ اور قابلِ خذ مجرموں کی فہرست میں درج ہو چکا ہے۔ اور آپکی گرفتاری و تلاش میں دوِش آیا چاہتی ہے۔ مگر آپ کو و استقلال بنے ہوئے خدا کے حکم پر راضی تھے اور سمجھے ہوئے تھے۔ کہ جب میں حقیقت میں سرکار (انگلشیہ) کا فرمانبردار رہا ہوں۔ تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا۔ اور اگر مارا بھی گیا — تو سرکار مالک ہے۔ اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔

اس عبارت سے یہ حقیقت بالکل سامنے آ گئی۔ کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی سرکارِ برطانیہ کے سچے فرمانبردار تھے۔ اور انگریزوں کو کلیتہً اپنا مالک و مختار سمجھتے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون:

اسی مضمون کی تائید میں تذکرۃ الرشید جلد اول ص۷۶ کی ایک اور عبارت بھی سُنتے جائیے:—

جب بغاوت و فساد کا قصہ فرو ہوا۔ اور رحمدل گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پاکر باغیوں کی سرکوبی شروع کی۔

دیکھئے۔ اس عبارت میں انگریزی حکومت کو رحمدل اور اسکی مخالفت کو بغاوت و فساد کہا گیا ہے۔ اور مخالفین انگریز کو باغی مفسد اور بزدل قرار دیا گیا ہے۔ اب یہ فیصلہ ناظرین کے ہاتھ ہے۔ کہ وہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی جو سرکار انگلشیہ کے پُرانے خادم اور سچے فرمانبردار ہوں۔ اور گورنمنٹ برطانیہ کو رحمدل سمجھتے ہوں کبھی انگریزوں کے خلاف جنگِ آزادی کے میدان میں تشریف لانے کی تکلیف گوارا فرما سکتے ہیں؟

اس کے بعد ذرا ان مجاہدینِ کرام کا حال بھی سُن لیجئے۔ جو تعمیر پاکستان کے بانی ہونے

کے مدعی ہیں۔ اور ان کے متعلق یہ پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ کہ انگریز کے خلاف جنگ آزادی لڑ کر پاکستان بنانے والے یہی حضرات ہیں۔ ان حضرات کی جماعت کا نام جمعیۃ العلماء اسلام ہے۔ جس کے صدر مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی تھے۔ مولوی شبیر احمد صاحب کو مخاطب کر کے مولوی حفظ الرحمٰن صاحب دیوبندی نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ مکالمۃ الصدرین مطبوعہ دیوبند میں ملاحظہ فرمائیں۔ دیکھئے ص۸ پر مرقوم ہے۔

> کلکتہ میں جمعیۃ العلماء اسلام حکومت کی مالی امداد اور اس کے ایما سے قائم ہوئی ہے ..... گفتگو کے بعد طے ہوا۔ کہ گورنمنٹ ان کو کافی رقم اس مقصد کے لئے دیگی۔ چنانچہ ایک بیش قرار رقم اس کے لئے منظور کر لی گئی۔ اور اس کی ایک قسط مولانا آزاد سبحانی کے حوالے بھی کر دی گئی۔ اس روپے سے کلکتہ میں کام شروع کیا گیا۔

اب مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی کا جواب مکالمۃ الصدرین ص۱۰ پر ملاحظہ فرمایئے۔

> اس کے بعد علامہ عثمانی نے (مولوی حسین احمد دیوبندی وغیرہ کو مخاطب کر کے) فرمایا۔ کہ آپ حضرات کے متعلق بھی عام طور پر مشہور کیا جاتا ہے۔ کہ آپ ہندوؤں سے روپیہ لیکر کھاتے ہیں۔

علاوہ ازیں عثمانی صاحب نے ایک اور راز کا بھی انکشاف کیا۔ اسی مکالمۃ الصدرین ص۹ پر ہے۔

> دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آپ کے مسلم بزرگ پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ ان کو چھ سو روپے ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔

ناظرین کرام غور فرمائیں۔ کہ مولوی حفظ الرحمن اور مولوی شبیر احمد صاحب دیوبندی

ایک ہی مکتبۂ فکر سے متعلق ہیں۔ دونوں کے مسلک و مشرب میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن ایک دوسرے کا راز کس صفائی سے فاش کر رہے ہیں۔ اور لطف یہ ہے۔ کہ کسی ایک نے بھی اپنی برأت کا اظہار نہ کر کے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا۔ بلکہ اس کے جواز میں اپنے مسلم بزرگ کا واقعہ پیش نظر لا کر اسکی توثیق بھی کر دی۔ توضیح مزید کیلئے صرف ایک حوالہ اور پیش کرتا ہوں۔ جس سے معلوم ہوگا۔ کہ دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت بھی حکومت برطانیہ کی وظیفہ خوار رہی ہے۔ دیکھئے مکالمۃ الصدرین ص۸ سطر تین پر ہے۔

> مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا۔ کہ مولانا الیاس صاحب کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداءً حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا۔

سبحان اللہ این خانہ تمام آفتاب است۔ جو لوگ ابتدا سے انتہا تک اپنے ہر مرحلے اور اپنی ہر تحریک کے سلسلے میں سرکار برطانیہ کے وظیفہ خوار رہے۔ ان سے انگریز دشمنی اسلام دوستی اور سرکار انگریز کے خلاف جنگ آزادی میں حصہ لینے کی توقع کرنا بالکل ایسا ہے۔ جیسے آم کے درخت سے کھجور اور کھجور سے آم کی امید رکھنا۔

تصویر کا دوسرا رُخ

اس کے بعد تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمایئے۔ یعنی یہ معلوم کیجئے۔ کہ جن عظیم الشان جلیل القدر علماء اہل سنت کو اسمٰعیلی گروہ نے ۱۸۵۷ء سے لیکر آج تک بدنام کیا ہے۔ اور ان کی بےمثال قربانیوں عظیم الشان اسلامی خدمات کو چھپایا ہے۔ درحقیقت وہی لوگ دین کے سچے خادم ملتِ اسلامیہ کے برگزیدہ افراد مخلص

بے لوث مجاہد اور جنگِ آزادی کے ہیرو تھے۔ ہم اس مختصر پمفلٹ میں ان تمام حضرات کے تفصیلی حالات پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اجمالی طور پر بعض بزرگوں کے مختصر واقعات پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ہمارے ناظرین کرام ان کی روشنی میں حق و باطل کا فیصلہ کر سکیں۔

اس سلسلے میں بھی ہم انہیں لوگوں کی تحریری شہادتیں پیش کرینگے۔ جو دیو بندی مکتبۂ خیال سے منسلک ہیں۔ اور باوجود انتہائی تعصب کے ان حضرات کے حق میں ان کے قلم سے ایسی عبارات ضبطِ تحریر میں آگئی ہیں۔ جنکی روشنی میں اصلی واقعات اور ان حضرات کے کارناموں کا پتہ چلتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے :۔ مولانا انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی جو متصلب قسم کے دیوبندی حضرات میں سے ہیں۔ اپنی مشہور کتاب "ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء" مطبوعہ فاروقی پریس دہلی طبع اول صفحہ ۵۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔

علماء کا کارنامہ (احمد اللہ) شاہ صاحب کے

واقعات کے ساتھ وہ علماء جنہوں نے حکومت کمپنی سے عدم موالات کر رکھا تھا۔ اور یہ لوگ جنگِ آزادی میں خود شریک ہوئے اپنے فتاویٰ سے تحریک کو گرمایا۔ مولانا فضل حق خیر آبادی۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی مولانا رشید احمد گنگوہی نے اس تحریک میں عملی شرکت کی۔ ہنگامہ فرو ہو جانے کے بعد مولانا فضل حق خیر آبادی مولوی عنایت احمد کاکوروی.... وغیرہ کو بغاوت و شرکت ہنگامہ کے جرم میں حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا ہوئی۔

حضرت حاجی امداد اللہ مکے ہجرت کر گئے۔ دوسرے حضرات کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا"

اس حقیقت کا انکشاف آگے چلکر ہوگا۔ کہ جنگِ آزادی کی تحریک کو اپنے فتویٰ سے گرمانے والے کون سے علماء کرام تھے۔ اتنی بات تو ہمارے ناظرین کے سامنے آگئی کہ مولانا فضل حق خیر آبادی اور مولانا عنایت احمد کاکوروی ان علماء کرام کے سرغنہ ہیں۔ جنہوں نے حکومت کمپنی سے عدم موالات کر رکھا تھا۔ اور جنگِ آزادی کے ہنگامے انہی لوگوں نے برپا کیے تھے۔ رہے مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ تو ان بیچاروں کا نام ناحق اس فہرست میں شامل کیا گیا۔ ہم تذکرۃ الرشید کی عبارتیں اس سے پہلے نقل کر چکے ہیں۔ جن میں واضح طور پر موجود ہے۔ کہ مولوی گنگوہی صاحب نے کسی تحریک اور ہنگامہ میں قطعاً کوئی حصہ نہیں لیا۔ اور اس بارے میں جو الزامات ان پر لگائے گئے تھے۔ وہ سب جھوٹے ثابت ہوئے۔ اور گنگوہی صاحب کو اسی وجہ سے چند دن حوالات میں رکھکر چھوڑ دیا گیا تھا۔

اس کے بعد اسی کتاب "ایسٹ انڈیا کمپنی" کے صفحہ ۵۳ پر مولانا انتظام اللہ شہابی دیو بندی نے علماء جنگِ آزادی کا ذکر کچھ تفصیل کے ساتھ کرتے ہوئے زیرِ عنوان "تذکرہ علماء جنگِ آزادی" سب سے پہلے مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی ہی کو رکھا ہے"

مولانا فضل حق خیر آبادی

مولانا فضل حق ابن مولانا فضل امام خیر آبادی نبیرۂ قاضی صدر الدین فاروقی ہرگامی مولانا سنہ ۱۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے"

اس کے بعد مولانا فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تفصیلی حالات تعلیم و تربیت درس

تدلیس وغیرہ کے مرقوم ہیں۔ جن میں مولانا کے ریذیڈنسی کے محکمے میں سررشتہ دار ہونے کا بھی ذکر ہے۔ اور اسی سررشتہ داری کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین انگریز کی نمکخواری سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ اس قسم کی ملازمتوں میں مخالفین کی تعداد بہت زیادہ نظر آتی ہے۔ قطع نظر اس سے مولانا کے تذکرہ میں جہاں سررشتہ داری کا ذکر ہے۔ وہاں پانچ سطر بعد یہ عبارت بھی مرقوم ہے۔

"کہ مولانا نے حکام کا طریقہ خلاف مرضی پایا مستعفی ہو گئے۔"

مولانا انتظام اللہ شہابی نے مولانا فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں انتہائی تنگدلی اور شدید تعصب کا مظاہرہ کیا ہے۔ لیکن حق چھپ نہیں سکتا۔ اسی بناء پر ان کی نوکِ قلم سے حق بات کہیں نہ کہیں نکل ہی گئی۔ وہ اپنی اسی کتاب میں مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی کے ہم سبق مفتی صدرالدین خان آزردہ کے تذکرہ میں ص ۶۰ پر لکھتے ہیں:

> ان (مفتی صدرالدین) کے ہم سبق مولانا فضل حق خیرآبادی نے فتویٰ جہاد دیا۔ جنرل بخت خان نے اس سے زندگی پیدا کرنا چاہی — ان (مفتی صدرالدین) سے بھی دستخط لئے اور علماء نے بھی تصدیق کی۔ مگر بالخیر کو ایسے لکھا کہ بالجبر پڑھا جائے۔ مفتی صاحب بعد ہنگامہ پکڑے گئے۔ اور سزا بھی ہو گئی۔ پیروی مقدمہ میں بیان دیا۔ مفسدوں نے زبردستی دستخط کرا لئے۔

اس عبارت سے واضح ہو گیا۔ کہ مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی نے فتویٰ جہاد دیا۔ پھر اسی کتاب "ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء" کے ص ۵۶ پر مولانا فضل حق صاحب

خیرآبادی کی سیاسی زندگی کے حالات میں مرقوم ہے۔

> الور میں مولانا (فضل حق خیرآبادی) راجہ کے پاس کچھ دن رہے۔ مگر دل بےچین تھا۔ ملک کی عام حالت نے مجبور کیا۔ کہ جانبازی سے کام لیا جائے۔

اس کے بعد اس کتاب کے ص ۵۷ پر لکھا ہے۔ کہ ——

> مولانا (فضل حق خیرآبادی) کی خبر سن کر جنرل بخت خان ملنے آئے۔ چنانچہ مولانا نے آخیری تیر ترکش سے نکالا۔ جمعہ کے روز جامع مسجد میں علماء کے سامنے تقریر کی۔ اور استفتاء (فتویٰ جہاد جو مولانا نے خود لکھا تھا) پیش کیا۔ مفتی صدرالدین خان جزبز ہوئے۔ مولوی عبدالقادر۔ قاضی فیض احمد بدایونی۔ ڈاکٹر وزیر خاں اکبرآبادی۔ مولوی سید مبارک شاہ رامپوری وغیرہ نے دستخط کر دئے۔ مگر مفتی صاحب بالخیر کو بالجبر لکھ گئے۔ اس فتویٰ کے شائع ہوتے ہی ملک میں عام شورش بڑھ گئی۔ دہلی میں نوے ہزار سپاہ جمع ہو گئی تھی۔

ناظرینِ کرام نے ملاحظہ فرما لیا۔ کہ انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد دینے والے اور جنگِ آزادی کی تحریک کے بانی کون لوگ ہیں۔ اسمٰعیلی گروہ؟ جنہوں نے انگریز پر جہاد کو ناجائز و حرام قرار دیا۔ یا مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی اور ان کے رفقائے کار؟ جنہوں نے جان کو ہتھیلی پر رکھ کر انگریز کے خلاف فتویٰ جہاد صادر کیا۔ اور اس کو اپنے دستخطوں سے مزین فرمایا۔ جس کے اثر سے نہ صرف ملک بھر

کے مسلمانوں کے دلوں میں جذبۂ جہاد پیدا ہوا۔ بلکہ دہلی میں بیک وقت نوے ہزار فوج جمع ہوگئی۔ یہ تھا ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کا وہ میدان جس کے ہیرو صرف مولانا فضل حق خیرآبادی اور ان کے ہمنوا علماء اہلسنت تھے! اسی کتاب ص۵۸ پر مرقوم ہے

حکومتِ برطانیہ نے باغیوں پر مقدمے دائر کیے۔ اس لپیٹ میں مولانا (فضل حق خیرآبادی) بھی آئے۔ چنانچہ ۱۸۵۹ء میں سلطنتِ مغلیہ کی وفاداری، یا فتویٰ جہاد کی پاداش، یا جرم بغاوت میں مولانا ماخوذ ہوکر سیتاپور سے لکھنؤ لائے گئے۔ مقدمہ چلا۔ مولانا موصوف کے فیصلہ کیلئے جیوری بیٹھی۔ ایک اسیسر نے واقعات سن کر بالکل چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ وکیل سرکار کے مقابل خود مولانا بحث کرتے تھے۔ بلکہ لطف یہ تھا کہ چند الزام اپنے اوپر خود قائم کرتے اور خود ہی مثل تارِ عنکبوت دلیل عقلی و قانونی سے توڑ دیتے۔ جج یہ رنگ دیکھکر دنگ تھا۔ جج نے صدر الصدوری کے عہد میں مولانا سے کچھ عرصہ کام بھی سیکھا تھا! وہ مولانا کی عظمت تبحر علمی سے واقف بھی تھا۔ وہ دل سے چاہتا تھا۔ کہ مولانا بری ہوجائیں۔ اسے ہمدردی تھی۔ اُس وقت تک مولانا پر جرم بھی ثابت نہیں ہوا تھا۔ وہ بری کرنا چاہتا تھا۔ سرکاری وکیل لاجواب تھے۔

پھر ص۵۹ پر مرقوم ہے۔

دوسرا دن آخیر دن تھا۔ مولانا (فضل حق خیرآبادی) نے اپنے اوپر کے بقیہ الزام رد کرنے کے بعد پھر پلٹا کھایا۔ اور کہا جس مخبر نے

فتویٰ کی خبر کی، اس کے بیان کی اب میں توثیق کرتا ہوں۔ میرا ہی لکھا ہوا ہے۔ اور میرے ہی مشورے سے علماء نے دستخط کیے پہلے اس گواہ نے سچی رپورٹ لکھوائی تھی۔ مگر اب عدالت کے سامنے میری صورت سے مرعوب ہوکر جھوٹ بولا۔ مجھے خدا کے حضور جانا ہے۔ غلط بات مذہب کے مسئلے میں نہیں بول سکتا۔ جج اس بیان سے پریشان ہوگیا۔ گھڑی گھڑی مولانا کو روکتا تھا۔ کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ رنگ دوسرا ہو چکا تھا۔ جج کو رعایت کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہی تھی۔ بصد رنج و غم حبس دوام بعبور دریائے شور کا حکم سنایا۔ مولانا نے بڑی مسرت سے حکم کو منظور کیا۔

ناظرینِ کرام! آپنے اس مردِ مومن مجاہدِ اعظم، تحریک جنگِ آزادی کے ہیرو کی حق گوئی جذبۂ جان سپاری۔ جرأت و بہادری، شجاعت و بیباکی، ہمت و استقلال اور بے پناہ صبر و تحمل اور تبحر علمی کا جائزہ لے لیا ہوگا۔ فیصلہ آپ خود کرلیں۔ کہ انگریز کے خلاف جہاد کرنیوالا کون تھا! مولوی اسمٰعیل دہلوی ؟ یا مولانا فضل حق خیرآبادی ؟ ——

پھر اسی کتاب ایسٹ انڈیا کمپنی کے ص۱۶۱ پر یہی مولانا انتظام اللہ شہابی تحریر فرماتے ہیں۔

مولانا (فضل حق خیرآبادی) کو انڈیمان میں بہت ذلیل خدمت سپرد کی گئی تھی۔ بارکوں کی صفائی کیا کرتے تھے۔ جیل سپرنٹنڈنٹ ایک شریف انگریز تھا۔ علومِ مشرقیہ کا دلدادہ تھا۔ فن ہیئت و نجوم میں اسکو درک خاص تھا۔ اس کی پیشی میں ایک سزا یافتہ مولوی تھے۔

آپ نے اپنی مصنفہ کتاب ہیئت جو فارسی میں اسنے لکھی تھی مولوی صاحب کو عبارت درست کرنے کیلئے دی۔ مولوی صاحب سے یہ کام نہ چلا تو علامہ (فضل حق خیرآبادی) کے پاس مولوی صاحب کتاب لے گئے اور جو ماجرا گذرا تھا وہ عرض کردیا۔ مولانا نے وہ کتاب لی اور ایک ہفتہ میں مفید اضافے اور حاشیے اُس پر لکھ کے اور درست کرکے مولوی صاحب کو دیدی۔ وہ کتاب لیکر سپرنٹنڈنٹ جیل کے پاس گئے۔ اس نے کتاب دیکھ کے مولوی صاحب کی بڑی داد دی۔ مولوی صاحب مُسکرا دیئے۔ سپرنٹنڈنٹ بولا مولوی صاحب ہماری بات پر کیوں ہنسے؟ وہ بولے حضور! یہ میرا کارنامہ نہیں بلکہ مولانا فضل حق کا ہے۔ جو غدر کے سلسلہ میں آئے ہیں۔ اسوقت سپرنٹنڈنٹ مولوی صاحب کو لیکر مولانا کے ٹھکانے پر آیا۔ علامہ موجود نہ تھے۔ انتظار کرتا رہا۔ دیکھا ایک شخص ٹوکرا بغل میں دبائے چلا آرہا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا یہی مولانا فضل حق ہیں۔ سپرنٹنڈنٹ یہ ہیئت دیکھکر آنکھوں میں آنسو لے آیا۔ اور مولانا سے معذرت کی۔ اور اپنی پیشی میں لے لیا۔ اور احترام سے پیش آیا کرتا تھا۔

ناظرین با تمکین! یہ تاریخی اقتباسات محض اسلئے پیش کئے گئے ہیں کہ جن سچے حالات اور اصلی واقعات کو چھپاکر سو سال سے امت مسلمہ کو دھوکے میں رکھا گیا تھا وہ بلا کم و کاست اپنی اصلی صورت میں آپ کے سامنے آجائیں اور آپکو معلوم ہوجائے۔ کہ جن حضرات کو انگریزوں کا حامی اور ملتِ اسلامیہ کا باغی کہا جاتا ہے۔ دراصل وہی انگریزوں

کے مقابل علم جہاد بلند کرنیوالے دین کے رہنما ملّتِ اسلامیہ کے سچے خادم اور ۱۸۵۷ء کی تحریک جنگِ آزادی کی روح و رواں تھے۔ جن کی بقیہ عمر قید و بند جلاوطنی کی حالت میں گذری اور جیتے جی رہائی نصیب نہ ہوئی۔ تاریخ کی روشنی میں جن مولانا فضل حق خیرآبادی کے حالات آپکو معلوم ہوئے اب ذرا اپنے دل و دماغ کو مشغول کر ان کی عظمتوں کا جائزہ لیجئے۔ اور اندازہ فرمایئے۔ کہ اِن واقعات کو چھپاکر امتِ مسلمہ کو آجتک کیسی مہیب تاریکی میں رکھا گیا ہے۔ قصہ کوتاہ! مولانا فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا وجودِ گرامی ہی جنگِ آزادی کا سپہ سالار تھا۔ جو انگریز کے خلاف عَلَمِ جہاد بلند کرنے کی پاداش میں جزیرہ انڈمان میں حبس دوام کی صعوبتیں جھیلتا ہوا ۱۲ صفر المظفر ۱۲۷۸ھ کو بعمر ۶۷ سال عازم جنت الفردوس ہوا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

مولانا فضل حق خیرآبادی کے رفقاء کرام

مولانا مرحوم کے رفقاء یا ان کے مشرب اور طریق کار سے اتفاق رکھنے والے علماء کرام کی فہرست طویل ہے۔ اور ان کے مجاہدانہ کارناموں کی داستان بھی بہت لمبی ہے۔ افسوس! کہ ہم اس مختصر میں اُنکا ذکر نہیں کرسکتے۔ البتہ چند اسماء گرامی تحریر کرتے ہیں۔ اور وہ بھی اجمالی تعارف کے ساتھ!

حضرت مولانا مفتی عنایت احمد صاحب کاکوروی مصنف علم الصیغہ۔ جنہیں دنیا جانتی ہے۔ کہ جنگ آزادی میں حصہ لینے اور انگریز کے خلاف بغاوت کے جرم میں تون جزیرہ

کو پورا کرنے کیلئے چلائی گئی تھی — اور بس!

اس کے بعد یہ بھی ثابت کردوں۔ کہ جس طرح سید احمد صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب نے مسلمانوں کو انگریزوں پر جہاد کرنے سے روکا اسی طرح انگریزوں نے بھی اپنے ماتحت حکام کو اسمٰعیلی گروہ کے مواخذے سے منع کیا۔ اور غیر مبہم الفاظ میں بتادیا۔ کہ ہمارے ساتھ ان کی کوئی مخاصمت نہیں۔ ملاحظہ فرمایئے:۔ حیاتِ طیبہ مرزا حیرت دہلوی دہابی مطبوعہ پبلشنگ کمپنی لاہور ص۲۹۱ ۔

جب یہ تحریک پھیلی۔ تو ضلع کے حکام اس سے چوکنے ہوئے۔ اور انہیں خوف معلوم ہوا۔ کہ کہیں ہماری سلطنت میں رخنہ نہ پڑے۔ اور موجودہ امن میں کسی قسم کا خلل واقع نہ ہو۔ اس نظر سے ضلع کے حکام نے حکامِ اعلےٰ کو لکھا۔ وہاں سے صاف جواب آگیا۔ ان سے ہرگز مزاحمت نہ کرو۔ ان مسلمانوں کو ہم سے کوئی لڑائی نہیں ہے۔

اور سُنیئے! مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی اور ان کے پیر و مرشد سید احمد صاحب کو مع ان کے ہمراہیوں کے انگریز کھانا پہنچاتے تھے۔ سیرت سید احمد شہید مصنف سید ابو علی حسن ندوی ص۱۹۴ مطبوعہ یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ بار دوم پر مرقوم ہے:

فاصلے پر چند مشعلیں آتی نظر آئیں۔ معلوم ہوا۔ کہ نیل کا ایک انگریز قافلے کیلئے کھانا تیار کرا کر لایا ہے۔ اس نے عرض کی کہ تین روز سے میں نے اپنے ملازم یہاں کھڑے کر دئے تھے۔ کہ آپکی آمد کی اطلاع کریں۔ آج معلوم ہوا۔ تو یہ کھانا تیار کرا کے لایا ہوں۔ سید صاحب نے قبول کیا۔ اور وہ (انگریز) دو تین گھنٹے ٹھہر کر چلا گیا۔

رسالہ مسئلہ حاضر و ناظر — عنقریب طبع ہو رہا ہے

مترجم قرآن مجید ترجمہ — اعلیحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شائع ہو کر مکتبہ میں آچکا ہے۔ شائقین حضرات خریدنے میں تاخیر نہ فرمائیں۔

ہدیہ:۔ دیسی جلد والا ۱۲/۸/ روپے آٹھ آنے

جلد ولائتی آئل کلاتھ ڈائی شدہ ۱۵/۴/ روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ سعیدیہ کالے منڈی

ملتان شہر

(سعید الیکٹرک پریس ملتان)